Pathway to Ilm |
ماہانہ آرٹیکل
ربیع الأول 1447 / ستمبر 2025 | شمارہ: 16

اسلامی خطابات—ان کا مطلب کیا ہے اور حقیقی عالم کون ہے؟

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

علماء اور اساتذہ کے لیے تعظیمی خطابات کا استعمال امتِ مسلمہ میں آغازِ اسلام ہی سے چلا آ رہا ہے۔ الفاظ جیسے: "مولانا"، "مفتی"، "شیخ"، "قاری"، "امام"، "عالم"، "معلم"، "استاذ" اور حتیٰ کہ "مولوی" بھی صرف رسمی یا زیبائش کے لیے نہیں ہوتے بلکہ یہ صدیوں کی علمی روایت اور احترام کے امین ہیں۔ البتہ بعض حلقوں میں ان کا استعمال سطحی یا غیر محتاط انداز میں بھی ہوا ہے۔ ان خطابات کے استعمال میں عرب دنیا اور برصغیر کے درمیان فرق پایا جاتا ہے، اور ان کے درمیان فرق کو سمجھنا ان کے اصل مفہوم کو جاننے کے لیے ضروری ہے۔

ہم اپنی روزمرہ زندگی میں مختلف دینی شخصیات کے لیے طرح طرح کے القابات سنتے ہیں۔ یہ القابات یقیناً وقار اور احترام کی علامت ہیں، لیکن ان سب کا مفہوم ایک سا نہیں ہوتا۔ کبھی یہ محض تعارف یا عزت افزائی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، اور کبھی یہ برسوں کی محنت، علم اور خدمت کا اعتراف بن جاتے ہیں۔ ان کے درست معنی کو سمجھنا ہمیں نہ صرف ان اہلِ علم کی پہچان میں مدد دیتا ہے جنھوں نے دین کے لیے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں، بلکہ ہمیں ایسے لوگوں کی اندھی تقلید سے بھی بچاتا ہے جو دراصل اس مرتبے کے اہل نہیں۔

<u>**"عالم"**</u>

لفظ "عالم" کے معنی ہیں: "علم رکھنے والا"، اور یہ لفظ علم سے لیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم میں اسے نہایت معزز وصف کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

"اللہ سے تو اس کے بندوں میں صرف اہلِ علم ہی ڈرتے ہیں"۔ (فاطر 35:28)

اس آیت سے واضح ہوا کہ اسلام میں علم صرف معلومات یا حفظ پر مبنی نہیں، بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو بندے کے دل میں اللہ کا خوف اور اس کی ہیبت پیدا کرے۔

اصطلاحی اعتبار سے "عالم" وہ ہے جس نے اسلامی علوم کو منظم اور گہرائی کے ساتھ پڑھا ہو: قرآن، سنت، فقہ اور عربی زبان وغیرہ۔ یہی وہ بنیادی درجہ ہے جس پر "مولانا" یا "مفتی" جیسے دیگر خطابات قائم ہیں۔ عالم کو انبیاءِ کرام علیہم السلام کا وارث قرار دیا گیا ہے، جیساکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ

"اور بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں"۔ (ترمذی و ابوداؤد)

آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ انبیاء مال و دولت نہیں چھوڑتے، بلکہ وہ علم چھوڑ جاتے ہیں، اور جو اس میں سے حاصل کرے وہ عظیم حصہ پاتا ہے۔ روزمرہ گفتگو میں لفظ "عالم" کو اکثر "مولانا" کے ہم معنی استعمال کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں لفظ "عالم" کی ایک وسیع اور بنیادی شناخت ہے۔

"مولانا / مولوی"

برصغیر (ہند و پاک) میں "مولانا" کا خطاب سب سے زیادہ رائج ہے۔ لُغوی اعتبار سے یہ لفظ عربی کلمہ "مولیٰ" سے ماخوذ ہے، جو ایک مرکب ہے: مولیٰ + نا = "ہمارا مولیٰ"۔ لفظ "مولیٰ" کے معنی ہیں: مالک، سرپرست، محافظ یا قریبی ساتھی، اور "نا" کے معنی ہیں: "ہمارا"۔ یوں "مولانا" کا مطلب ہوا: "ہمارا سردار/ہمارا رہنما"۔

قرآنِ کریم میں یہ لفظ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے لیے آیا ہے:

فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ مَوْلَىٰكُمْ ۚ نِعْمَ ٱلْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ ٱلنَّصِيرُ

"جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے، وہ بہترین مولیٰ اور بہترین مددگار ہے"۔ (الأنفال 8:40)

اس کے علاوہ قرآنِ کریم میں "مولیٰ" کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے، مثلاً:

مالک یا آقا کے لیے:

وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَآ أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلَىٰهُ

"اور اللہ نے دو آدمیوں کی مثال بیان کی: ان میں سے ایک گونگا ہے، کسی چیز پر قادر نہیں، اپنے مولیٰ (آقا/سرپرست) پر بوجھ ہے"۔ (النحل 16:76)

دوست اور ساتھی کے لیے:

يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْـًٔا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ

"اس دن کوئی دوست اپنے دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی"۔ (الدخان 44:41)

وارث کے لیے:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ

"اور ہم نے ہر ایک کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں، والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ترکے میں سے"۔ (النساء 4:33)

رشتہ دار کے لیے:

إِنِّي خِفْتُ ٱلْمَوَالِيَ مِن وَرَآءِي وَكَانَتِ ٱمْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا

"مجھے اپنے بعد رشتہ داروں کا خوف ہے، اور میری بیوی بانجھ ہے، پس مجھے اپنی طرف سے ایک وارث عطا فرما"۔ (مریم 19:5)

رسول اللہ ﷺ نے بھی اس لفظ کے وسیع مفہوم کو واضح کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ

"آزاد کیا گیا غلام انہی لوگوں کا مولیٰ ہوتا ہے جنہوں نے اسے آزاد کیا"۔ (صحیح البخاری: 6761)

ابن الاعرابی نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"مولیٰ مالک بھی ہے اور وہ اللہ ہے۔ مولیٰ چچا زاد بھائی بھی ہے، آزاد کرنے والا بھی، آزاد کیا گیا غلام بھی، پڑوسی بھی، شریک بھی، حلیف بھی، محبوب بھی اور مددگار بھی۔" (تاریخ دمشق، ابن عساکر)

اس پس منظر میں جب مسلمان کسی عالمِ دین کو "مولانا" کہتے ہیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد نہیں ہوتی، بلکہ اس سے ان کی علمی اور دینی قیادت کا اعتراف مقصود ہوتا ہے۔

عملی طور پر "مولانا" کا خطاب ان افراد کو دیا جاتا ہے جو "عالمیہ کورس" مکمل کرتے ہیں۔ یہ ایک باقاعدہ اعلیٰ درجے کی دینی تعلیم کا نصاب ہے جو عموماً پانچ سے آٹھ سال پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں قرآن اور اس کے علوم، حدیث اور اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، عربی زبان و ادب اور عقائد کی بنیادیں پڑھائی جاتی ہیں۔ جو طالب علم اس طویل اور محنت طلب نصاب کو مکمل کرتا ہے، اسے "مولانا" کا خطاب دیا جاتا ہے، جو اس کے علماء کی صف میں شامل ہونے کی علامت ہے۔

لفظ "مولوی" بھی اسی مادہ سے نکلا ہے اور ماضی میں "مولانا" کے ہم معنی استعمال ہوتا تھا۔ ابتدائی ادوار میں یہ ایک معزز لقب تھا جو صاحبِ علم شخص کے لیے بولا جاتا۔ لیکن بعد کے زمانے میں خصوصاً برصغیر میں "مولوی" کا استعمال عامیانہ یا کبھی تحقیر آمیز انداز میں ہونے لگا، جیسے جب لوگ طنزاً کہتے ہیں: "بس ایک مولوی ہیں"۔ حالانکہ حقیقت میں "مولانا" اور "مولوی" دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے: یعنی دین کا باقاعدہ تعلیم یافتہ "عالم"۔

مفتی

مفتی" کا لقب اسلامی علوم میں ایک بلند تر درجے کی تخصیص کی علامت ہے۔ یہ لفظ عربی فعل "أفتى" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں "فتویٰ دینا"۔ اسی سے قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

"وَيَسْتَفْتُونَكَ فِى ٱلنِّسَآءِ ۖ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ"

"وہ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے: اللہ ہی ان کے بارے میں تمہیں فتویٰ دیتا ہے"۔ (النساء 4:127)

فتویٰ کسی سوال کے جواب میں دیا جانے والا شرعی قانونی فیصلہ یا رائے ہے، اور جسے اس کے دینے کا اختیار ہو، اسے "مفتی" کہا جاتا ہے۔ مفتی بننے کے لیے سب سے پہلے "عالمیہ" کا نصاب مکمل کرنا ہوتا ہے، اس کے بعد مزید ایک کورس کیا جاتا ہے جسے "تخصص" کہا جاتا ہے۔ یہ عموماً فقہ اور افتاء میں ہوتا ہے اور اس کی مدت ایک سے دو سال یا اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ اس اعلیٰ درجہ کی تعلیم میں قرآن و سنت کے احکام کا گہرا مطالعہ، فقہی مذاہب پر عبور، قدیم فقہاء کے اقوال سے واقفیت، اور نئے مسائل پر شرعی اصولوں کا اطلاق کرنے کی صلاحیت شامل ہوتی ہے۔

تخصص کی یہ صورت صرف افتاء تک محدود نہیں۔ جس طرح جامعات میں ماسٹر کے بعد مختلف مضامین میں تخصص کیا جاتا ہے، اسی طرح دینی علوم میں بھی مختلف میدانوں میں تخصص ہوتی ہے۔ مثلاً "تخصص فی الحدیث" (حدیث میں تخصص)، "تخصص فی التفسیر" (تفسیر میں تخصص) وغیرہ۔ مفتی وہ عالم ہے جو فقہ اور افتاء میں مہارت حاصل کرتا ہے، جیسے ماسٹر کے بعد پی ایچ ڈی کسی خاص مضمون میں اعلیٰ مہارت کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ یہ کہنا درست ہے کہ ہر مفتی "مولانا" ہوتا ہے، لیکن ہر مولانا "مفتی" نہیں ہوتا۔ مفتی کی ذمہ داری بہت اہم ہے، کیونکہ وہ ایسے شرعی مسائل میں رہنمائی کرتا ہے جو براہِ راست لوگوں کی زندگیوں کو متاثر کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی سوالات آتے اور آپ ﷺ فتویٰ دیتے تھے، پھر آپ کے بعد صحابہ کرامؓ نے یہ خدمت انجام دی۔ اس طرح مفتی دراصل ایک ایسی ذمہ داری کا وارث ہے جو دین کو بدلتے حالات میں محفوظ رکھنے کے لیے نہایت احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔

شیخ

"شیخ" کا لفظ عرب اور وسیع تر مسلم دنیا میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے الفاظ میں سے ہے۔ لغوی طور پر اس کے معنی ہیں: "بزرگ" یا "معزز شخصیت"۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں آیا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی نے کہا

"قَالَتْ يَـٰوَيْلَتَىٰٓ ءَأَلِدُ وَأَنَا۠ عَجُوزٌ وَهَـٰذَا بَعْلِى شَيْخًا"

"کیا میں بچہ جَنوں گی جبکہ میں بوڑھی عورت ہوں، اور یہ میرے شوہر بھی ایک بوڑھے آدمی ہیں"۔ (ھود 11:72)

وقت کے ساتھ ساتھ یہ لفظ عمر ہی نہیں بلکہ حکمت، وقار اور علم کے معنوں میں بھی استعمال ہونے لگا۔

علمِ حدیث میں "شیخ" اس استاذ کو کہا جاتا ہے جس سے روایات لی جائیں۔ اسی لیے حدیث کی اسانید میں بار بار یہ جملے آتے ہیں: "حدّثنا شيخُنا" — "ہمارے شیخ نے ہم سے روایت بیان کی"۔

مدرسہ اور درس و تدریس کے دائرے سے باہر، یہ لفظ روحانی معنوں میں بھی استعمال ہوا، یعنی تزکیہ اور تصوف کے میدان میں رہنمائی کرنے والے مرشد کے لیے۔ کسی کو اس معنیٰ میں "شیخ" کہنا دراصل اسے دلوں کو پاک کرنے اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے قریب کرنے میں رہنما ماننا ہے۔

عالمِ عرب میں آج بھی "شیخ" اسلامی عالم کے لیے عام لفظ ہے، جو برصغیر کی اصطلاح "مولانا" کے برابر ہے۔ اسی کے ساتھ یہ لقب وسیع معنوں میں کسی بھی معزز بزرگ، قبیلے کے سردار یا کسی بڑے کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اس وسیع معنیٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان معاشروں میں ہمیشہ بڑھاپے، علم اور حکمت کو عزت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔

ان سب باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ "شیخ" کا لفظ ضروری نہیں کہ صرف عالمِ دین کے لیے استعمال ہو۔ "عالم"، "مولانا"، اور "مفتی" کی طرح یہ مخصوص طور پر کئی برس تک دینی علم حاصل کرنے والے کے ساتھ ہی خاص نہیں، بلکہ مختلف سیاق و سباق اور معنوں میں بولا جا سکتا ہے۔

امام

"امام" کا لفظ لغوی طور پر "رہنما" یا "آگے کھڑا ہونے والا" کے معنی میں آتا ہے۔ قرآنِ مجید میں یہ لفظ مثبت اور منفی دونوں معنوں میں آیا ہے۔ ایک طرف اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نیک رہنماؤں کی تعریف کرتا ہے:

"وَجَعَلْنَٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا"

"اور ہم نے انہیں امام بنایا جو ہمارے حکم سے راہ دکھاتے تھے"۔ (الانبیاء 21:73)

اور دوسری طرف گمراہ کرنے والے رہنماؤں کی مذمت کرتا ہے:

"وَجَعَلْنَـٰهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى ٱلنَّارِ"

"اور ہم نے انہیں ایسے امام بنایا جو آگ کی طرف بلاتے تھے"۔ (القصص 28:41)

عام زندگی میں مسلمان امام کو زیادہ تر اس حیثیت سے جانتے ہیں کہ وہ جماعت کی نماز کی امامت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو" (بخاری و مسلم)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبادت میں امام کی ذمہ داری نہایت مقدس ہے، کیونکہ مقتدی اس کی قراءت اور افعال کی پیروی کرتے ہیں۔

نماز کی امامت سے آگے بڑھ کر، تاریخ نے "امام" کا لقب اُن جلیل القدر شخصیات کو دیا جو علم و تقویٰ میں بلند مقام رکھتے تھے، جیسے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ۔ یہ حضرات صرف نماز کے امام نہیں تھے بلکہ فقہی مکاتب کے بانی، سنت کے محافظ اور نسلوں کے لیے رہنما تھے۔

یوں "امام" کا لفظ ایک طرف تو نماز کے مقامی پیشوا کے لیے استعمال ہوتا ہے اور دوسری طرف امت کے علمی و فکری ورثے کے عظیم قائدین کے لیے۔ البتہ آج کے زمانے میں یہ لقب عام طور پر صرف نماز پڑھانے والے کے لیے بولا جاتا ہے، اور اس سے اُس عظیم علمی حیثیت کا تصور مراد نہیں ہوتا جو سلف کے ائمہ کو حاصل تھا۔

<u>قاری</u>

"قاری" اس شخص کو کہا جاتا ہے جو قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ درست طور پر پڑھنے کا ماہر ہو۔ یہ لفظ "قراءت" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں "پڑھنا"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے" (بخاری)۔ اس اعتبار سے "قاری" ہونا ایک معزز لقب ہے جو قرآن سے گہری وابستگی کی علامت ہے۔

قاری کی اصل شان صرف خوش الحانی سے پڑھنے میں نہیں بلکہ تجوید کے قواعد سیکھنے اور بسا اوقات قراءت کے علم میں مہارت حاصل کرنے میں ہے۔ برصغیر میں یہ لقب عام طور پر ان حضرات کے لیے استعمال ہوتا ہے جو خوش الحانی کے ساتھ قراءت کرتے ہیں، خصوصاً تراویح یا بڑے اجتماعات میں۔ جبکہ عرب دنیا میں "قاری" کا مطلب عموماً تجوید کی باضابطہ سند یافتہ قاری اور کبھی عشرہ قراءت میں ماہر ہونا بھی ہوتا ہے۔ بہرحال ہر جگہ "قاری" کی اصل پہچان یہی ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کی صحیح تلاوت کو محفوظ رکھتا اور آگے منتقل کرتا ہے۔

<u>استاذ</u>

عربی لفظ "استاذ" کے معنی ہیں "استاذ" یا "پروفیسر"۔ یہ ایک عام لفظ ہے جو دینی اور دنیاوی دونوں طرح کے اساتذہ پر بولا جاتا ہے۔ جدید عربی میں ہر اسکول ٹیچر اور یونیورسٹی کے لیکچرر کو "استاذ" کہا جاتا ہے۔ دینی تناظر میں "استاذ" زیادہ تر قرآن، عربی یا اسلامیات کے معلمین کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بعض جگہ یہ لفظ کسی بھی صاحبِ علم شخصیت کے لیے بطورِ احترام بولا جاتا ہے۔

<u>معلم / معلمہ</u>

"معلم" اور "معلمہ" کا مطلب بھی استاذ یا علم سکھانے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود کو اسی لقب سے یاد فرمایا: "یقیناً مجھے تو صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہے" (ابن ماجہ)۔ یہ لقب یاد دلاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا بنیادی مشن تعلیم دینا، رہنمائی کرنا اور تربیت کرنا تھا۔

معلم ہونا لازمی طور پر "عالم" ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔ یہ لقب کسی مکتب کے قرآن کے استاذ، کسی دینی مدرسے کے معلم یا کسی بھی علم پہنچانے والے فرد کے لیے بولا جا سکتا ہے۔ اس لقب کی اصل عظمت تعلیم کے عمل میں ہے، جسے نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کا مرکز قرار دیا۔

خلاصہ

مسلم معاشروں میں رائج مختلف القاب دراصل اسلامی علمی روایت کی وسعت اور گہرائی کو ظاہر کرتے ہیں۔ "عالم" علم کے جوہر کو بیان کرتا ہے، "مولانا" اور "مولوی" عالمیہ نصاب مکمل کرنے والوں کے لیے ہیں، "مفتی" فقہ و افتاء کے ماہر کو کہا جاتا ہے، "شیخ" کا اطلاق علما اور روحانی رہنماؤں دونوں پر ہوتا ہے اور لغوی طور پر یہ "بزرگ" کے معنوں میں بھی بولا جاتا ہے، "امام" نماز پڑھانے والے اور امت کے عظیم قائدین دونوں کو کہا جاتا ہے، "قاری" قرآن کی درست قراءت میں مہارت کی علامت ہے، جبکہ "استاذ" اور "معلم" تدریس کی عظیم ذمہ داری کو ظاہر کرتے ہیں۔

"عالم" وہ ہے جو ان تمام اوصاف کو اپنے اندر سمیٹے، خصوصاً امام، استاذ، قاری اور معلم کی صفات کو۔ البتہ یہ چاروں حیثیتیں الگ الگ پائی جائیں تو ضروری نہیں کہ وہ شخص "عالم" کہلائے۔

ان سب القاب کی اصل وقعت اسی وقت ہے جب ان کے ساتھ علم، عاجزی اور اخلاص بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علما ہی انبیاء کے وارث ہیں"۔ یہ وراثت محض ناموں سے پوری نہیں ہوتی بلکہ گہرے علم، خشیتِ الٰہی اور دین کی خدمت میں گزری ہوئی زندگی سے حاصل ہوتی ہے۔ آج جب یہ القاب کبھی سطحی یا مذاق کے طور پر بھی استعمال ہو جاتے ہیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا احترام معاشرتی رتبے کے لیے نہیں بلکہ اُن لوگوں کی عظمت کے لیے ہے جو دین کو محفوظ رکھنے، پڑھانے اور اس پر عمل کرنے میں اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں۔

آخر میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ علماء کے ساتھ گفتگو کرتے وقت احترام کو ملحوظ رکھا جائے۔ یہ القاب اسی لیے ہیں کہ ان کی علمی و دینی حیثیت کو تسلیم کیا جائے اور علم کے گرد وقار کا ماحول قائم رہے۔ انہیں محض پہلے نام سے یا عام انداز میں "بھائی" کہہ کر پکارنا دراصل ان کے مقام کو گھٹانا ہے۔ امت کو چاہیے کہ شعوری طور پر علماء کے لیے ان کے شایانِ شان القاب استعمال کرے تاکہ دین کے وقار کی حفاظت ہو۔

مراجع

تاریخِ دمشق، ابن عساکر

تحریر: مولانا اشفاق اکبر

ایڈیٹرز: ڈاکٹر شبیر احمد، مفتی عبدالوہاب حسن